النسخ فی القرآن

تعریف' اقسام اور منسوخ آیات

کے بارے میں مروی روایات کی استنادی حیثیت

حافظ نذیر احمد ہاشمی ☆

نسخ: (ناسخ و منسوخ) اصولِ تفسیر و اصول فقہ کی اہم اصطلاح ہے۔ اہل لغت کے مطابق نسخ (مادہ ن س خ) کا استعمال دو معانی میں ہوتا ہے:

۱) کسی کتاب سے حرف بحرف نقل کرنا' بنا بریں نقل شدہ مسودے کو نسخہ (ج: نسخ) کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الجاثیۃ: ۲۹)

''تم جو کچھ کرتے رہتے تھے ہم اسے لکھوالیا کرتے تھے''۔

۲) ابطال و ازالہ جو عام طور پر دو طرح سے ہوتا ہے:

ا) بدل یا قائم مقام سے' جیسے کہا جاتا ہے: نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ' یعنی سورج نے سایہ ختم کر دیا۔ اس صورت کو تحویل و تبدیل بھی کہہ سکتے ہیں۔

ب) بلا کسی بدل یا قائم مقام کے۔ محاورہ ہے: نَسَخَتِ الرِّيْحُ الْاَثَرَ 'یعنی ہوا نے نشان مٹا دیا ہے۔ اسی مفہوم میں ارشاد باری ہے:

﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ﴾ (الحج: ۵۲)

''جو وسوسہ شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دور کر کے اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے''۔(۱)

☆ لیکچرر عربیک، قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

(۱) دیکھئے: لسان العرب' تاج العروس' مفردات فی غریب القرآن' النہایۃ' الصحاح' بذیل مادہ۔

© rasailojaraid.com

نسخ کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

والنسخ یاتی بمعنی الازالة ومنه قوله تعالیٰ ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾ . ویاتی بمعنی التبدیل ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ......﴾ویاتی بمعنی التحویل کتناسخ المواریث یعنی تحویل المیراث من واحد الی واحد . ویاتی بمعنی النقل من موضع الی موضع ومنه نسخت الکتاب اذا نقلت ما فیه حاکیا للفظه وخطه[۲]

''نسخ کا لفظ زائل کرنے (مٹا دینے) کے معنی میں آتا ہے اور اس کی مثال ہے: ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ط﴾ (جو وسوسہ شیطان ڈالتا ہے اللہ اسے دور کر کے اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے)۔ اور تبدیل کے معنی میں بھی آتا ہے' جیسے قولہ تعالیٰ: ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَـا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ......﴾ (اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے بدل دیتے ہیں) اور تحویل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً مواریث کا تناسخ' یعنی ایک شخص سے دوسرے شخص کی جانب تحویل میراث۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نسخت الکتاب ۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ تم قرآن کے لفظ اور خط دونوں کی بجنسہٖ دوسرے مقام پر نقل کرو''۔

مؤخر الذکر معنی (قرآن کے لفظ اور خط دونوں کی بجنسہٖ دوسرے مقام پر نقل) کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا نسخ بایں معنی قرآن میں موجود بھی ہے کہ نہیں! نحاس نے اس کو جائز قرار دیا تھا تو مکی نے اس کی خبر لیتے ہوئے یہ حجت پیش کی کہ قرآن میں ناسخ سے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ منسوخ کے لفظ کو لا سکے اور وہ جن الفاظ کو لاتا ہے وہ الفاظ خاص قرآن منسوخ کے الفاظ نہیں ہوتے بلکہ اس کے غیر ہوتے ہیں۔ لیکن سعیدی نے نحاس کی تائید کرتے ہوئے ان کے دفاع میں درج ذیل آیات پیش کی ہیں' جیسا کہ علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

''قال مکی وهذا الوجه لا یصح فی القرآن وانکر علی النحاس اجازته ذلک محتجا بان الناسخ فیه لا یاتی بلفظ المنسوخ وانما اتی بلفظ

(۲) البرہان فی علوم القرآن' جلد۲' ص۲۹

© rasailojaraid.com

آخر. وقال الامام ابوعبد الله محمد بن بركات السعدى : يشهد لما قاله النحاس قوله تعالى ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ وقوله: ﴿وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ و معلوم ان ما نزل من الوحى نجوماً جميعه فى اُم الكتاب وهو اللوح المحفوظ كما قال : ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝﴾ (۳)

''مکی نے کہا ہے کہ اس وجہ کا قرآن میں پایا جانا صحیح نہیں ہے۔ نحاس نے اس بات کو جائز قرار دیا تھا تو مکی نے اس کی تردید میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ قرآن میں ناسخ منسوخ کے لفظ سے نہیں بلکہ دوسرے لفظ سے آیا ہے۔ امام ابوعبداللہ محمد بن برکات السعدی نے کہا ہے کہ نحاس کے قول کا شاہد اللہ عزوجل کا درج ذیل ارشاد گرامی ہے: ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ نیز یہ ارشاد گرامی بھی ان کے قول کا شاہد ہے: ﴿وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۝﴾ اور یہ تو معلوم ہے کہ جس قدر وحی متفرق طور پر نازل ہوئی ہے وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝﴾

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰۶ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ میں نسخ کا مذکورہ بالا معنیٰ (قرآن کے لفظ اور خط دونوں کی بجنسہٖ دوسرے مقام پر نقل) مراد نہیں' بلکہ اس سے مراد ''الازالۃ'' ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

النسخ فى كلام العرب على وجهين ' احدهما النقل ' كنقل كتاب من اخر وعلى هذا يكون القرآن كله منسوخا اعنى من اللوح المحفوظ وانزاله الى بيت العزة فى السماء الدنيا' وهذا لا مدخل له فى هذه الاية ومنه قوله تعالى : ﴿ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾......
الثانى: الابطال والازالة وهو المقصود هنا (۴)

---

(۳) البرهان فى علوم القرآن للزركشى 'الباب الرابع والثلاثون معرفه ناسخه ومنسوخه : ج ۲' ص ۲۹' ۳۰ مطبع دار الفکر' بیروت' سن طباعت ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ الاتقان فی علوم القرآن' ج ۲' ص ۲۵

(۴) الجامع لاحکام القرآن' ج ۲' ص ۶۲' مکتبہ دار احیاء التراث العربی' بیروت۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

''کلام عرب میں نسخ کی دو قسمیں ہیں، ایک نقل، مثلاً کسی کتاب کی دوسری سے نقل۔ اور اس معنی کے لحاظ سے پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا میں واقع بیت العزت کی طرف نازل ہونے کی بنا پر منسوخ کہلائے گا۔ لیکن اس آیت ﴿مَا نَنسَخ ......﴾ میں یہ معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اس کی مثال اللہ عزوجل کا ارشاد ﴿اِنَّا کُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ٥﴾ ہے۔ اور نسخ کی دوسری قسم (اس کا دوسرا معنی) ابطال وازالہ ہے اور یہی معنی مقصود و مراد ہے سورۃ البقرۃ کی آیت کا۔

پھر ابطال اور ازالہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آیت منسوخہ کی جگہ دوسری آیت کریمہ کا نزول ہو، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا﴾ اور دوسری قسم یہ کہ آیت منسوخہ کی جگہ دوسری آیت کریمہ کا نزول بھی نہ ہو، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿فَيَنسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾ اسی کو بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی رقم طراز ہیں:

والازالة منقسم فى اللغة على ضربين: احدهما ابطال الشيء وزواله واقامة آخر مقامه ...... وهو معنى قوله تعالى ﴿مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا﴾...... الثانى ازالة الشيء دون ان يقوم آخر مقامه ......وهو معنى قوله تعالى ﴿فَيَنسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ......﴾ وزعم ابوعبيد ان هذا النسخ الثانى قد كان ينزل على النبى ﷺ السورة فترفع فلا تتلى ولا تكتب(۵)

''لغت میں ازالہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسی شے کو زائل کر کے دوسرے کو اس کے قائم مقام کرنا اور آیت ﴿مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ......﴾ میں یہی معنی ملحوظ ہے۔

(۲) کسی شے کا ازالہ بھی کر دیا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسری شے بھی نہ لائی جائے۔ اور یہ معنی آیت ﴿فَيَنسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ......﴾ کا ہے۔ امام ابوعبید کا خیال ہے کہ نسخ کی اس دوسری قسم کا وقوع اس طرح ہوتا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر کوئی سورت نازل ہوتی اور پھر اٹھالی جاتی، بایں معنی کہ پھر نہ اس

(۵) الجامع لاحکام القرآن، ج۲، ص ۶۲، ۶۳

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کی تلاوت ہوتی اور نہ (مصحف میں) کتابت''۔

علامہ آلوسی نسخ کے مفہوم کے بارے میں روح المعانی میں لکھتے ہیں:

فسَّر بعضهم - النسخ - بازالة الحكم سواء ثبت اللفظ او لا - والانساء بازالة اللفظ ثبت حكمه او لا - وبعض آخر فسَّر النسخ بالاذهاب الى بدل للحكم السابق - والثانى اى الانساء بالاذهاب لا الى بدل (٦)

''بعض علماء نے نسخ کی تعریف یہ کی ہے کہ حکم کا ازالہ چاہے لفظ ثابت ہو یا نہ ہو' نسخ کہلاتا ہے' جبکہ انساء لفظ کے ازالہ کا نام ہے چاہے اس کا حکم برقرار ہو یا نہ ہو۔ اور بعض دوسرے علماء نے نسخ کی تعریف یوں کی ہے: ''سابقہ حکم کو ختم کر کے اس کے عوض میں دوسرا حکم نازل کرنا'' اور انساء کی تعریف یوں کی ہے: ''سابقہ حکم کو بغیر عوض کے ختم کرنا''۔

© rasailojaraid.com

احکامِ الٰہیہ میں نسخ کی حقیقت

دنیا کی حکومتوں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور و معروف ہے۔ لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا' بعد میں حقیقت معلوم ہونے پر وہ حکم بدل دیا۔ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آگے آنے والے حالات کا اندازہ نہ تھا' جب حالات بدلے تو حکم بھی بدلنا پڑا۔ یہ دونوں صورتیں احکامِ خداوندی میں نہیں ہوسکتیں۔

ایک تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ حکم دینے والے کو اوّل ہی سے معلوم تھا کہ حالات بدلیں گے اور اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا' دوسرا حکم دینا ہوگا۔ یہ جانتے ہوئے بھی آج ایک حکم دے دیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو روز اس دوا کے

(٦) روح المعانی' الجز الاوّل' ص ۳۵۱' المکتبة الرشیدیة لاهور

© rasailojaraid.com

استعمال کے بعد مریض کا حال بدلے گا' اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہو گی۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن ایک دوا تجویز کرتا ہے جو اُس دن کے مناسب ہے' دودن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔

اللہ جل شانہ کے احکام میں اور اس کی نازل کردہ کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ ہر آنے والی نبوت اور کتاب نے پچھلی نبوت اور کتاب کے احکام کو منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے۔ اسی طرح ایک ہی نبوت و شریعت میں بھی ایسا ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا' پھر بتقاضائے حکمت خداوندی اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

((لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ)) (۷)

"کبھی کوئی نبوت نہیں آئی جس نے احکام میں نسخ اور ردوبدل نہ کیا ہو"۔

احکام الٰہیہ میں نسخ

یہود کے نزدیک چونکہ نسخ سے معاذ اللہ خداوند کریم کی نسبت بداء ہونے کی قباحت لازم آتی ہے اس لئے انہوں نے اس کو قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

> وانکره الیهود ظناً منهم انه بداء کالذی یری الرای ثم یبدو له بطلانه (۸)
>
> "اور یہود نے یہ گمان کرتے ہوئے نسخ کا انکار کیا ہے کہ یہ بداء ہے اور بداء یہ ہے کہ کسی شخص کے دل میں کوئی خیال آئے اور پھر اس کا بطلان اس پر واضح ہو جائے"۔

یہود کے برعکس تقریباً تمام اہل اسلام نے بالاتفاق احکامِ الٰہیہ میں وقوعِ نسخ کو جائز مانا ہے' سوائے فرقہ معتزلہ کے بعض علماء کے۔ بقول ان کے احکام الٰہیہ میں نسخ کا امکان تو ہے' کوئی امر اِس کے لئے مانع نہیں' لیکن پورے قرآن میں نسخ کا وقوع کہیں نہیں ہوا'

---

(۷) الجامع لاحکام القرآن : للقرطبی' ج ۲' ص ۶۲

(۸) الاتقان فی علوم القرآن : للسیوطی' ج ۲' ص ۳۵

© rasailojaraid.com

نہ کوئی آیت ناسخ ہے نہ منسوخ۔ یہ قول ابو مسلم اصفہانی کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:

واتفقت اهل الشرائع على جواز النسخ ووقوعه وخالفت اليهود غير العيسوية في جوازه وقالوا يمتنع عقلاً وابومسلم الاصفهاني في وقوعه فقال انه وان جاز عقلاً لكنه لم يقع(۹)

''تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے۔ صرف یہودیوں نے' بجز عیسویہ کے' امکان نسخ کا انکار کیا ہے اور ابو مسلم اصفہانی نے وقوع کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نسخ احکام الٰہیہ میں ممکن تو ہے مگر کہیں واقع ہوا نہیں''۔

امام قرطبی الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

معرفة هذا الباب اكيدة وفائدته عظيمة لا يستغني عن معرفته العلماء ولا ينكره الا الجهلة الاغبياء(۱۰)

''باب نسخ کی معرفت بہت ضروری ہے اور فائدہ اس کا بہت بڑا ہے۔ اس کی معرفت سے علماء مستغنی نہیں ہو سکتے اور جاہلوں بیوقوفوں کے سوا اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا''۔

یہود نے اس کو بداء کہہ کر جو انکار کیا ہے اس کے جواب میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وجعلت اليهود البداء والنسخ شيئًا واحدًا ولذلک لم يجوزوه فضلوا قال النحاس والفرق بين النسخ والبداء ان النسخ تحويل العبادة من شيء الى شيء قد كان حلالًا فيحرم اَو كان حراماً فيحلل' واما البداء فهو ترک ما عزم عليه' كقولک امض الى فلان' ثم تقول لاتمض اليه' فيبدو لک العدول عن القول الاول' وهذا يلحق البشر لنقصانهم(۱۱)

''یہود نے نسخ اور بداء کو ایک ہی چیز سمجھ کر اس کی اجازت نہیں دی ہے اور گمراہ

---

(۹) روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني' ج ۱' ص ۳۵۲ المكتبة الرشيدية

(۱۰) الجامع لاحكام القرآن' ج ۱' ص ۵۵' دار احياء التراث العربي' بيروت.

(۱۱) الجامع لاحكام القرآن' ج ۲' ص ۶۴

© rasailojaraid.

ہو گئے ہیں۔ نحاس کہتا ہے کہ نسخ اور بداء میں فرق یہ ہے کہ نسخ ایک حلال شے سے تحویل عبادت کا نام ہے، یعنی وہ شے پہلے حلال تھی اب حرام ہوگئی ہے یا پہلے حرام تھی اب حلال ہے، جبکہ بداء اس شے کے چھوڑنے کا نام ہے کہ جس پر انسان پہلے عزیمت کر چکا ہو، مثلاً کسی کا یہ کہنا "امض الی فلان" (فلاں کے پاس جاؤ) اور پھر اس کے بعد اپنے سابقہ قول سے رجوع کر کے یہ کہے "لا تمض الیه" (اس کے پاس نہ جاؤ) اس طرز عمل کا صدور انسانوں سے ہی ہوتا ہے ان کے نقصان (عدم کمال) کی وجہ سے''۔

علامہ زرکشی نے ''البرہان فی علوم القرآن'' میں لکھا ہے کہ یہود کا نسخ کو بداء کے مشابہ قرار دے کر اس کا انکار کرنا غلط ہے۔

لانه بيان مدة الحكم ' الا ترى الاحياء بعد الاماتة وعكسه والمرض بعد الصحة وعكسه والفقر بعد الغنى وعكسه وذلك لا يكون بداء فكذا الامر والنهى[۱۲]

''اس لئے کہ نسخ سے مراد حکم کی مدت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مار ڈالنے کے بعد زندہ کرنا اور اس کے برعکس، اور صحت کے بعد بیمار کرنا اور اس کے برعکس، اور غنی کے بعد فقر اور اس کے برعکس، اور ان کو بداء نہیں کہا جاتا، اسی طرح امر و نہی کو بھی''۔

امام فخر الدین رازی نے کلام الٰہی میں وقوع نسخ کے بارے میں یہود کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

النسخ عندنا جائز عقلا واقع سمعا خلافاً لليهود ' فان منهم من انكره عقلاً ومنهم من جوزه عقلا لكنه منع منه سمعا' ويروى عن بعض المسلمين انكار النسخ ' واحتج الجمهور من المسلمين على جواز النسخ ووقوعه' لان الدلائل دلت على نبوة محمد صلى الله عليه وسلم ونبوته لا تصح الامع القول بنسخ مشرع من قبله فوجب القطع بالنسخ وايضاً قلنا على اليهود الزامان :الاول جاء فى التورة ان الله

(۱۲) البرهان فى علوم القرآن للزركشى ' ج ۲ ' ص ۳۰، مطبع دار الفکر بیروت۔ اور یہی کچھ ان ہی الفاظ میں امام سیوطی نے بھی الاتقان میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: الاتقان، ج ۲ ' ص ۳۵

© rasailojaraid.com

تعالیٰ قال لنوح علیہ السلام عند خروجہ من الفلک ”انی جعلت کل دابة ما کلا لک ولذریتک ...... ما خلا الدم فلا تاکلوہ“ ثم انه تعالی حرم علی موسیٰ وعلی بنی اسرائیل کثیرا من الحیوان. الثانی : کان آدم علیہ السلام یزوج الاخت من الاخ وقد حرمه بعد ذلک علی موسیٰ علیہ السلام (۱۳)

”نسخ ہمارے نزدیک عقلاً جائز اور سمعاً واقع ہے، بخلاف یہود کے کہ ان میں سے بعض نے اس کا عقلاً انکار کیا ہے اور بعض نے اگرچہ اس کو عقلاً جائز رکھا ہے لیکن سمعاً اس کا انکار کیا ہے، جبکہ جمہور مسلمانوں نے نسخ کے جواز اور وقوع دونوں کو تسلیم کیا ہے، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر (بے شمار) دلائل قائم ہیں اور آپ کی نبوت تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر ماقبل کی شریعت منسوخ تسلیم کی جائے، لہٰذا نسخ کی صحت یقینی ہے۔ یہود کے دعویٰ (بداء) کی تردید میں امام موصوف نے دو دلائل پیش کئے ہیں: (۱) تورات میں ہے کہ طوفان نوح کے بعد کشتی سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میں نے ہر حیوان کو تیرے اور تیری اولاد کے لئے حلال قرار دیا ہے سوائے خون کے، لہٰذا اسے نہ کھاؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر بہت سارے جانور حرام کر دیئے۔ (۲) آدم علیہ السلام بہن کی شادی بھائی سے کراتے تھے، یعنی ان کے دین میں بھائی کی بہن سے شادی جائز تھی جبکہ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر اس کو حرام قرار دیا گیا“۔

نسخ کے مفہوم میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحوں میں فرق

چونکہ نسخ کے اصطلاحی معنی تبدیلیٔ حکم کے ہیں، اور یہ تبدیلی جس طرح ایک حکم کو بالکلیہ منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لانے میں ہے، مثلاً بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنا دینا، اسی طرح کبھی مطلق یا عام حکم میں کسی قید و شرط کو بڑھا دینا بھی ایک قسم کی تبدیلی ہے۔ اسلاف امت نے نسخ کو اسی عام معنی میں استعمال فرمایا ہے جس میں کسی حکم کی پوری تبدیلی بھی داخل ہے اور جزوی تبدیلی قید و شرط یا استثناء وغیرہ کی بھی

(۱۳) التفسیر الکبیر، الجزء الثالث للامام فخر الدین الرازی، ص ۲۳۷ مطبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

© rasailojaraid.com

اس میں شامل ہے۔ لیکن حضرات متاخرین نے صرف اس تبدیلی کا نام نسخ رکھا ہے جس کی پہلے حکم کے ساتھ کسی طرح تطبیق نہ ہو سکے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

اکثر السلف اراد بالناسخ والمنسوخ رفع الحکم قارةً وھو اصطلاح المتاخرین ورفع دلالة العام والمطلق والظاھر وغیرھا قارةً اما بتخصیص او تقیید او حمل مطلق علی مقید وتفسیرہ وتبیینه حتی انھم یسمون الاستثناء والشرط والصفة نسخاً لتضمن ذلک رفع دلالة الظاھر وبیان المراد بغیر ذلک بل بامر خارج عنه (۱۴)

''ناسخ منسوخ سے اکثر سلف کبھی تو بالکلیہ حکم کا نسخ مراد لیتے ہیں۔ متاخرین کی یہی اصطلاح ہے۔ اور کبھی عام، مطلق اور ظاہر وغیرہ کی ظاہری دلالت کا ''رفع'' مراد لیتے ہیں۔ اس کی چند صورتیں ہیں: عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید یا مطلق سے مقید ہی مراد لینا، تفسیر، تبیین حتیٰ کہ استثناء، شرط اور صفت کو بھی نسخ کہتے ہیں، کیونکہ یہ سب ظاہری دلالت کی رفع اور بیان مراد کو شامل ہوتے ہیں جو ظاہر کے ماسوا بلکہ اس سے خارج ہوتا ہے''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بقول عہد صحابہ و تابعین میں نسخ کا تصور موجودہ تصور سے قطعی مختلف تھا۔ اُس دَور میں نسخ کا اطلاق زیادہ تر لغوی معنوں میں (یعنی ایک آیت کے بعض اوصاف کا دوسری آیت سے ازالے کے لئے) ہوتا تھا۔ اسی بنا پر اُس دَور میں حسب ذیل صورتوں پر نسخ کا اطلاق کیا جاتا تھا۔ (۱) مدتِ عمل کی انتہاء میں تبدیلی، (۲) لفظ کے قریبی معنی کے بجائے دور کے معنی مراد لینا، (۳) کسی مطلق کو مقید کرنا، (۴) کسی عام کی تخصیص کرنا، (۵) بظاہر کسی حکم کا کسی نص پر مبنی قیاس کے خلاف دکھائی دینا، (٦) دورِ جاہلیت کی کسی رسم یا کسی سابقہ شریعت کی کسی قانونی شق کا ابطال وغیرہ۔

نسخ کے مفہوم میں اسی وسعت کی بناء پر ابتدائی اسلامی عہد میں اس بارے میں بظاہر بڑا افراط اور غلو دکھائی دیتا ہے۔ ابتداء میں منسوخ آیات کی تعداد متعین

---

(۱۴) اعلام الموقعین للامام ابن القیم الجوزیة، ج ۱، ص ۲۹

© rasailojaraid.com

اور محدود نہ تھی، لیکن کچھ عرصہ کے بعد قرآن مجید کی پانچ صد آیات کو منسوخ تصور کیا جانے لگا۔ (۱۵)

اس ضمن میں بعض دلچسپ صورتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی آیت کے ابتدائی حصے کو منسوخ اور آخری حصے کو ناسخ قرار دیا جانے لگا۔ بعض صورتوں میں خود ناسخ کو بھی کسی اور آیت سے منسوخ کیا گیا، ایک ایک آیت سے بہت بڑی تعداد میں آیات کا نسخ، مثلاً آیت حکم قتال سے ڈیڑھ صد آیات کی منسوخی۔ (۱۶)

جلد ہی اس رجحان کے خلاف ردعمل پیدا ہوا اور ابو مسلم اصفہانی نے اس کی شدید مخالفت کی، لیکن اس کی مخالفت اس کے معتزلی مسلک اور شدت انکار کی وجہ سے غیر مقبول رہی، تاہم قاضی ابوبکر المعروف بابن العربی پہلے شخص ہیں جنہوں نے پانچ صد آیات کے بجائے ڈیڑھ صد آیات کو منسوخ قرار دے کر اعتدال کا ثبوت دیا۔ مگر یہ تعداد بھی کچھ زیادہ تھی اس لئے امام سیوطی نے اس پر ناقدانہ نگاہ ڈالی اور فقط بیس آیات کو منسوخ تسلیم کیا اور ان کو اشعار میں نظم کیا۔ (۱۷)

مگر شاہ ولی اللہ نے اس میں بھی ترمیم کی اور نفیس توجیہات سے بیس میں سے پندرہ آیات کو قابل عمل اور فقط پانچ آیات کو منسوخ تسلیم کیا۔ (۱۸)

بعد ازاں مفتی محمد عبدہ اور ان کے مکتب فکر کے فضلاء نے اس میں مزید ترمیم کی اور کہا کہ نسخ عملاً و شرعاً ثابت ضرور ہے مگر صرف ان چند مقامات میں کہ جہاں صراحت سے پرانے حکم کا ذکر کر کے اسے منسوخ ٹھہرایا گیا ہے۔ (۱۹)

---

(۱۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۱۸، ۱۹، مطبوعہ لاہور، ومباحث فی علوم القرآن دکتور صبحی صالح، ص ۲۶۳ ومابعد

(۱۶) دیکھئے هبة الله بن سلامه، ص ۸۵ و ۱۲۵۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، ج ۲، ص ۲۱، ۲۲۔ مباحث فی علوم القرآن، ص ۲۶۴ و ۲۶۵

(۱۷) الاتقان، ج ۲، ص ۲۸

(۱۸) الفوز الکبیر، ص ۱۸، ۱۹

(۱۹) تفسیر المنار: ج ۲، ص ۱۵۱ تا ۱۵۷۔ تاریخ التشریع الاسلامی محمد الخضرمی

© rasailojaraid.com

نسخ کا محل وقوع

واقعات و حکایات یا عقائد (اصول دین) وغیرہ میں نسخ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ نسخ ہمیشہ احکام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زرکشی ''البرہان فی علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں:

الجمهور على انه لا يقع النسخ الا فى الامر والنهى وزاد بعضهم الاخبار، واطلق، وقيدها آخرون بالتى يراد بها الامر والنهى[۲۰]

''جمہور علماء کے نزدیک نسخ کا وقوع صرف امر و نہی میں ہوتا ہے۔ بعض علماء اخبار میں بھی نسخ کے قائل ہیں۔ پھر کچھ مطلق خبر میں نسخ کے قائل ہیں اور بعض علماء اس خبر میں نسخ کے قائل ہیں جس سے مراد امر و نہی ہو''۔

علامہ سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں:

لا يقع النسخ الا فى الامر والنهى ولو بلفظ الخبر، اما الخبر الذى ليس بمعنى الطلب فلا يدخله النسخ ومنه الوعد والوعيد......[۲۱]

''نسخ کا وقوع صرف امر اور نہی میں ہوتا ہے خواہ یہ امر و نہی لفظ خبر کے ساتھ وارد ہوں ...... مگر جو خبر طلب (انشاء) کے معنی میں نہیں ہوتی اس میں نسخ کبھی داخل نہیں ہوتا اور وعدہ وعید اسی قبیل سے ہیں''۔

جن علماء نے اخبار میں نسخ کا قول اختیار کیا ہے ان پر رد کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اعلم انه قد يرد فى الشرع اخبار ظاهرها الاطلاق والاستغراق، ويرد تقييدها فى موضع آخر فيرتفع ذلك الاطلاق، كقوله تعالىٰ ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ فهذا الحكم ظاهره خبر عن اجابة كل داع على كل حال لكن قدجاء ما قيده فى موضع آخر كقوله: ﴿فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ﴾ فقد يظن من لا بصيرة عنده ان هذا من باب النسخ فى الاخبار وليس

(۲۰) البرہان فی علوم القرآن، ج۲،ص۳۳

(۲۱) الاتقان فی علوم القرآن، ج۲،ص۲۵

© rasailojaraid.c

كذلك' بل هو من باب الاطلاق و التقييد(۲۲)

''جان لو! کہ شریعت میں کبھی ایسے اخبار وارد ہوتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم میں اطلاق اور شمول ہوتا ہے لیکن کسی اور موقع پر اس اطلاق وشمول کو مقید کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اس کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾ اس آیت کریمہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا مانگنے والے کی دعا ہر حال میں قبول کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے مقام پر اس کو مقید کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے: ﴿فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَاءَ ﴾ ''تم جس دکھ کے لئے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے''۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر کم عقل لوگ اس کو اخبار میں نسخ سمجھنے لگتے ہیں' حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو اطلاق و تقیید کے باب میں سے ہے''۔

ناسخ ومنسوخ کے اعتبار سے نسخ کی اقسام

نسخ کی متعدد اقسام ہیں: (۱) قرآن کا قرآن سے (۲) حدیث کا حدیث سے (۳) حدیث کا قرآن سے (۴) قرآن کا حدیث سے منسوخ ہونا۔ ان میں سے اوّل الذکر تین صورتیں قریب قریب متفق علیہ ہیں جبکہ مؤخر الذکر صورت مختلف فیہ ہے۔ امام شافعیؒ نے مشہور قول کے مطابق' اس کی مخالفت کی ہے۔ (۲۳)

تاہم احناف' مالکیہ اور بعض شوافع اور خود امام شافعی کے دوسرے قول کے مطابق یہ قول بھی درست ہے' کیونکہ دونوں کا منبع ایک ہی ہے' مگر اس کے لئے خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے۔ (۲۴)

علامہ زرکشی ''البرہان'' میں لکھتے ہیں:

واختلف فی نسخ الكتاب بالسنة' قال ابن عطية' حذاق الامة على الجواز' وذلك موجود فی قوله صلى الله عليه وسلم : ((لاَ وَصِيَّةَ

(۲۲) الجامع لاحکام القرآن' ج ۲' ص ۶۵

(۲۳) الرسالۃ' ص ۱۳۷ تا ۱۶۴

(۲۴) المستصفی للغزالی' ج ۱' ص ۱۲۴ تا ۱۲۶۔ تفسیر المنار: رشید رضا' ج ۲' ص ۱۵۴

© rasailojaraid.com

لِوَارِثٍ)) وابی الشافعی ذلک' والحجة علیه من قوله فی اسقاط الجلد فی حد الزنٰی عن الثیب الذی رجم ' فانه لا مسقط لذلک الا السنة فعل النبی صلی الله علیه وسلم[۲۵]

''قرآن کا حدیث سے نسخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بقول ابن عطیہ امت مسلمہ کے ماہرین علم اس کے جواز کے قائل ہیں' کیونکہ نسخ کی یہ صورت حضور ﷺ کے اس ارشادگرامی ((لاَ وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ)) میں بالفعل موجود ہے۔ امام شافعیؒ نے اس صورت نسخ کا انکار کیا ہے اور ان پر حجت شادی شدہ زانی سے حدزنا میں جلد (سو کوڑے) کا اسقاط ہے اور اس کا مسقط سوائے سنت (عمل نبوی ﷺ) کے اور کوئی نہیں ہے''۔

اور امام قرطبی الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

وحذاق الائمة علی ان القرآن ینسخ بالسنة وذلک موجود فی قوله علیه السلام ((لاَ وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ)) وابی ذلک الشافعی وابو الفرج المالکی' والاول اصح بدلیل ان الکل حکم الله تعالٰی ومن عنده وان اختلفت فی الاسماء' وایضاً فان الجلد ساقط فی حد الزنی عن الثیب الذی یرجم' ولا مسقط لذلک الا السنة فعل النبی صلی الله علیه وسلم[۲۶]

''اور امت کے ماہرین وعلماء ''قرآن کا حدیث سے نسخ'' کے جواز کے قائل ہیں اور اس کی مثال حضور ﷺ کا ارشاد ((لاَ وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ)) ہے، جبکہ امام شافعی اور ابوالفرج المالکی نے اس کا انکار کیا ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ ہر دو (قرآن وسنت) من جانب اللہ اور اسی کا حکم ہیں، اگرچہ ان کے نام مختلف ہیں۔ نیز شادی شدہ زانی سے حدزنا میں جلد (کوڑے مارنے کا حکم) ساقط ہے اور مسقط سوائے سنت (عمل نبوی ﷺ) کے اور کوئی نہیں ہے۔''

امام شافعی کا مسلک اور ان کے دلائل بالتفصیل بیان کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر ''التفسیر الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

---

(۲۵) البرهان فی علوم القرآن' ج۲' ص۳۲

(۲٦) الجامع لاحکام القرآن' ج۲' ص٦۵' ٦٦

© rasailojaraid.

قال الشافعی رضی الله عنه : الکتاب لا ینسخ بالسنة المتواترة واستدل علیه بهذه الأیة ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾ من وجوه. احدها : انه تعالٰی اخبر ان ما ینسخه من الأیات یات بخیر منها وذلک یقید انه یاتی بما هو من جنسه .... واذا ثبت انه لا بد وان یکون من جنسه فجنس القرآن قرآن. ثانیها : ان قوله تعالٰی :﴿ نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَا﴾ یفید انه هو المنفرد بالاتیان بذلک الخیر' وذلک هو القرآن الذی هو کلام الله دون السنة التی یاتی بها الرسول. ثالثها : ان قوله ﴿ نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَا ﴾ یفید ان الماتی به خیر من الایة' والسنة لا تکون خیراً من القرآن. رابعها : انه قال : ﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ دل علی ان الاتی بذلک الخیر هو المختص بالقدرة علی جمیع الخیرات وذلک هو الله تعالٰی[۲۷]

'' امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی نسخ سنت متواترہ سے جائز نہیں۔ اور دلیل میں انہوں نے آیت (مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ......) کو پیش کیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے انہوں نے کئی وجوہ سے استدلال کیا ہے: (۱) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے بتایا ہے کہ وہ جن آیات کو منسوخ کرتا ہے تو ان سے بہتر آیات لے آتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ بہتر آیت (ناسخ) اس کی (منسوخ) جنس سے ہوتا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ ناسخ کا منسوخ کی جنس سے ہونا لازمی ہے تو پھر قرآن کا جنس قرآن ہی ہے۔ (۲) آیت ﴿ نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَا ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیر (ناسخ) کا لانے والا صرف وہی ہوگا اور وہ ہے قرآن جو کہ اللہ کا کلام ہے نہ کہ سنت، جس کا لانے والا اللہ نہیں رسول ہے۔ (۳) آیت ﴿نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَا﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناسخ منسوخ سے بہتر ہوگا۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ سنت قرآن سے بہتر نہیں۔ (۴) آیت ﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ کا لانے والا وہ ذات ہے جس کو خیر کی ہمہ اقسام پر مخصوص قدرت حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ وہ صرف اللہ کی ذات ہے''۔

(۲۷) التفسیر الکبیر للامام فخر الدین رازی، ج۲، ص ۲۴۱، ۲۴۲ مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت، سن طباعت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم امام رازی کے وہ جوابات بھی نقل کر دیتے جو انہوں نے جمہور علماء کی طرف سے امام شافعی کو دیئے ہیں۔ نیز جمہور علماء کے پیش کردہ دلائل کے وہ جوابات بھی تحریر کر دیتے جو امام موصوف نے امام شافعی کی طرف سے جمہور علماء کو دیئے ہیں۔ شائقین خود ہی مطالعہ فرما لیں۔

بعض علماء احناف نے خبر مشہور اور خبر واحد سے' جبکہ اس کے راوی ثقہ اور ضابط و عادل ہوں' جواز نسخ کو تسلیم کیا ہے۔(۲۸)

امام قرطبی اس بارے میں لکھتے ہیں:

والحذاق علی تجویز نسخ القرآن بخبر الواحد عقلاً' واختلفوا هل وقع شرعاً' فذهب ابوالمعالی وغیره الی وقوعه فی نازلة مسجد قباء ...... ابی ذلک قوم(۲۹)

''ماہرین علم خبر واحد کے ذریعے قرآن مجید کے نسخ کو عقلاً تو جائز کہتے ہیں، لیکن کیا وہ شرعاً واقع بھی ہے، اس بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ ابوالمعالی وغیرہ علماء کے نزدیک شرعاً اس کا وقوع بھی ہوا ہے اور مثال میں مسجد قباء کا واقعہ پیش کرتے ہیں، جبکہ دیگر علماء اس کا انکار کرتے ہیں''۔

فقہاء احناف اور ابوالمعالی وغیرہ علماء کے علاوہ دیگر مسالک فقہ نے بربناء احتیاط اس کو قبول نہیں کیا۔ اگر دقت نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دونوں مسالک کا یہ اختلاف فقط تعبیر کا اختلاف ہے۔ احناف نے جس قسم کے نسخ کو خبر مشہور یا خبر واحد سے جائز قرار دیا ہے وہ عرفی نسخ (ابطال وازالہ) نہیں بلکہ نسخ بالمعنی الخاص (یعنی کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید) ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قرآنی آیت کے مجمل مفہوم کو کسی صحیح حدیث سے معین کر دیا جائے' مثلاً قرآن حکیم میں مطلقاً چوری کے ارتکاب پر قطع ید کی سزا کا حکم ہے: ﴿اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

---

(۲۸) فواتح الرحموت' شرح مسلم الثبوت' ج ۲' ص ۸

(۲۹) الجامع لاحکام القرآن' ج ۲' ص ۶۵' ۶۶

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid